صادقِ آلِ محمدؐ

سید العلماء جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ

[illegible]

تعارف

ہمارے چھٹے امام، امام جعفر صادق علیہ السلام کی مختصر سوانح عمری "صادق آلِ محمدؐ" کے نام سے دنیائے علم کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ اختصار کی انتہائی پابندی کے باوجود اس رسالے میں تمام ضروری حالات واضح طور پر آگئے ہیں۔ یہ جامعیت جناب سید العلماء کے قلم معجز رقم کا نتیجہ ہے۔ ادارہ جناب مولانا کے احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

ائمہ معصومینؑ کے سوانح حیات مختصر شائع کرنے سے کئی فائدے پیش نظر ہیں۔ کم قیمت ہونے کی وجہ سے ہر شخص آسانی سے خرید سکے گا جس سے ان کی اشاعت کثرت سے ہو سکے گی، دوسرے ان کو پڑھنے کے لیے بہت ہی کم وقت درکار ہے۔ اس لیے امکان ہے کہ بلا لحاظ مذہب و ملت ہر شخص ان کو ایک نظر دیکھنے کے لیے تھوڑا سا وقت نکال سکے۔ تیسرے ہمارے بچے ان کو آسانی سے یاد کر سکیں گے۔ اب روسائے قوم کو چاہیے کہ وہ ان سوانح عمریوں کو کثیر تعداد میں خرید فرما کر مفت تقسیم کرائیں اور اپنے یہاں کی مجلسوں میں تبرک کا بدل قرار دیں۔ ابھی تک چھ اماموں کے سوانح حیات شائع ہوئے ہیں۔

یوں تو ان رسالوں کی قیمت دو آنے فی کاپی ہے، مگر سو سے زائد کے خریدار کو چھ پیسے اور پانچ سو سے زیادہ کے خریدار کو ایک آنہ فی کتاب کے حساب سے دی جائیں گی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک ہی کتاب پانچ سو کی تعداد میں خریدی جائے، سب سوانح عمریاں ملا کر پانچ سو کی تعداد پوری کی جا سکتی ہے۔ جن کی مجموعی قیمت صرف اکتیس روپے چار آنے ہوتی ہے۔ پانچ سو آدمیوں کو تبرک تقسیم کرنے میں اس سے کہیں زیادہ رقم صرف ہوگی اور یہ مقصد حاصل نہ ہوگا۔ ایام عزا بالکل قریب ہیں ان میں ائمہ طاہرینؑ کے سوانح حیات ضرور تقسیم فرمائیے۔

خادم مشن:- سید آفاق حسین رضوی آنریری سکریٹری

۵ نومبر ۱۹۴۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"جعفری باش گر خدا خواہی" خدا پرستی کا وہ راستہ جسے محمدؐ عربی نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا ظلم و ستم کی آندھیوں سے شبہات و اوہام کی گرد میں اَٹ گیا تھا جب امام جعفر صادق علیہ السلام کو اتنا موقع مل سکا کہ وہ اُسے نمایاں اور صاف کر کے دوبارہ دنیا کی نگاہ کے سامنے پیش کریں۔ اس لیے اب یہ ملت "ملت جعفری" کہلائی اگرچہ اس کے قبل بھی آل رسولؐ میں سے ہر مقدس ہستی اسی تعلیم کی حفاظت کرتی رہی اور اسی لیے قربانیاں پیش ہوتی رہیں۔ مگر سیاسی اقتدار کے شکنجوں نے زیادہ تر انہیں کھلی فضا میں سانس لینے کا موقع نہیں دیا اور اسی لیے رسولؐ کے گھرانے کے مقدس تعلیمات جو نوع انسانی کے سُدھارنے کے ذمہ دار رہیں ہمارے ہاتھوں میں صادق آل محمدؐ ہی کے ذریعے سے پہنچے۔ آپ کے ارشادات اور آپ کی سیرت زندگی کے خد و خال سے نوع انسانی کا روشناس ہونا اس کی اخلاقی اور روحانی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے سوانح آل محمدؐ کے سلسلہ کی یہ آٹھویں کڑی حضرت صادق آل محمدؐ امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالات میں پیش کی جا رہی ہے۔

نام و نسب

جعفر نام کنیت ابو عبداللہ اور صادق لقب تھا آپ حضرت امام محمد باقرؑ کے بیٹے حضرت امام زین العابدینؑ کے پوتے اور شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کے پرپوتے تھے سلسلۂ عصمت کی آٹھویں کڑی اور ائمہ اہلبیت میں سے چھٹے امام تھے۔ آپ کی والدہ حضرت محمد ابن ابی بکر کی پوتی ام فروہ تھیں۔ جن کے والد قاسم ابن محمد مدینہ کے سات مشہور فقہا میں سے تھے۔

ولادت

۸۳ھ میں ۱۷ ربیع الاول کو اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی تاریخ میں آپ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کے دادا حضرت امام زین العابدینؑ بھی زندہ تھے آپ کے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ کی عمر اس وقت چھبیس (۲۶) برس کی تھی۔ خاندان آلِ رسولؐ میں اس اضافہ کا انتہائی خوشی سے استقبال کیا گیا۔

نشو و نما اور تربیت

بارہ (۱۲) برس آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد سے پینتیس (۳۵) برس امام زین العابدین علیہ السلام کا مشغلہ سوائے عبادت الٰہی اور اپنے مظلوم باپ حضرت سید الشہداءؑ کو رونے کے اور کچھ نہ تھا۔ واقعۂ کربلا کو ابھی صرف بائیس (۲۲) برس گذرے تھے، اس مدت میں کربلا کا عظیم الشان واقعہ اپنے اثرات کے لحاظ سے ابھی کل ہی کی بات معلوم ہوتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے آنکھ کھولی تو اسی غم و اندوہ کی فضا میں، شب و روز شہادت حسینؑ کا تذکرہ اور اس غم میں نوحہ و ماتم اور گریہ و بکا کی آوازوں نے ان کے دل و دماغ پر اثر قائم کیا کہ جیسے وہ خود واقعہ کربلا میں موجود ہوتے پھر جب وہ یہ سنتے تھے کہ ان کے والد بزرگوار امام محمد باقرؑ بھی کم سنی ہی کے دور میں بھی اس جہاد میں شریک تھے تو ان کے دل کو یہ احساس بہت صدمہ پہنچاتا ہوگا کہ خاندان عصمت کے موجودہ افراد میں ایک میں ہی ہوں جو اس قابل فخر یادگار معرکہ ابتلا میں موجود نہ تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ اور عمر بھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے جس جس طرح اپنے جد مظلوم امام حسین علیہ السلام کی یاد کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے وہ اپنی آپ مثال ہے۔

بارہ (۱۲) برس کی آپ کی عمر تھی جب ۹۵ھ میں امام زین العابدین علیہ السلام کا سایہ سر سے اٹھا۔ اس کے بعد انیس (۱۹) برس آپ نے اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

کے دامانِ تربیت میں گذارے۔ یہ وہ وقت تھا جب سیاست بنی امیہ کی بنیادیں ہل چکی تھیں اور امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف فیوض علمی حاصل کرنے کے لیے خلائق رجوع کر رہی تھی۔ اس وقت اپنے پدر بزرگوار کی مجلس درس میں حضرت جعفر صادق ہی ایک وہ طالب علم تھے جو قدرت کی طرف سے علم کے سانچے میں ڈھال کر پیدا کیے گئے تھے۔ آپ سفر اور حضر دونوں میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہتے تھے۔ چنانچہ ہشام ابن عبد الملک کی طلب پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام جب دمشق تشریف لے گئے ہیں تو اس سفر میں بھی امام جعفر صادق علیہ السلام ساتھ تھے اس کا ذکر پانچویں امام کے حالات میں ہو چکا ہے۔

دورِ امامت

۱۱۴ھ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ہوئی اب امامت کی ذمہ داریاں امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف عائد ہوئیں۔ اس وقت دمشق میں ہشام ابن عبد الملک کی سلطنت تھی اس کے زمانہ سلطنت میں ملک میں سیاسی خلفشار بہت زیادہ ہو چکا تھا۔ مظالم بنی امیہ کے انتقام کا جذبہ تیز ہو رہا تھا اور بنی فاطمہ میں متعدد افراد حکومت کے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ ان میں نمایاں ہستی حضرت زید کی تھی۔ جو امام زین العابدین علیہ السلام کے بزرگ مرتبہ فرزند تھے۔ ان کی عبادت، زہد و تقویٰ کا بھی ملک عرب میں شہرہ تھا۔ مستند اور مسلّم حافظ قرآن تھے۔ بنی امیہ کے مظالم سے تنگ آ کر انہوں نے بھی میدان جہاد میں قدم رکھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے لیے یہ موقع نہایت نازک تھا۔ مظالم بنی امیہ سے نفرت میں ظاہر ہے کہ آپ زید کے ساتھ متفق تھے۔ پھر جناب زید آپ کے چچا بھی تھے جن کا احترام آپ لازم سمجھ رہے تھے۔ مگر آپ کی انجام بین نگاہ دیکھ رہی تھی کہ یہ اقدام کسی مفید نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے عملی طور سے آپ ان کا ساتھ دینا مناسب نہ

سمجھتے تھے مگر یہ واقعہ ہوتے ہوئے بھی خود ان کی ذات سے آپ کو انتہائی ہمدردی تھی
آپ نے مناسب طریقے پر انہیں مصلحت بینی کی دعوت دی۔ مگر اہل عراق کی ایک بڑی
جماعت کی اطاعت اور وفاداری نے جناب زید کو کامیابی کے توقعات پیدا کر دیئے۔
اور آخر ۱۲۱ھ میں ظالم فوج شام سے تین روز تک بہادری کے ساتھ جنگ کرنے کے
بعد شہید ہوئے۔ دشمن کا جذبۂ انتقام اتنے ہی پر ختم نہیں ہوا۔ بلکہ دفن ہو چکنے کے بعد
ان کی لاش کو قبر سے نکالا گیا اور سر کو جدا کر کے ہشام کے پاس بطور تحفہ بھیجا گیا اور لاش
کو دروازہ کوفہ پر سولی دی گئی۔ اور کئی برس تک اسی طرح سے اُسے آویزاں رکھا گیا۔ جناب زید
کے ایک سال کے بعد ان کے بیٹے یحییٰ ابن زید بھی شہید ہوئے۔ یقیناً ان حالات کا امام
جعفر صادق علیہ السلام کے دل پر گہرا اثر پڑ رہا تھا۔ مگر اس جذبات سے بلند فرائض کی پابند
ہستی نے اس کے باوجود اپنے خاموش اشغال کو جو اشاعت علوم اہل بیت اور نشر شریعت
کے قدرت کی جانب سے آپ کے سپرد تھے انہیں برابر جاری رکھا۔

انقلاب سلطنت

بنی امیہ کا آخری دَور ہنگاموں اور سیاسی کشمکشوں کا مرکز بن گیا تھا
اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بہت جلدی جلدی حکومتوں میں تبدیلیاں ہو رہی
تھیں اور اسی لیے امام جعفر صادق علیہ السلام کو بہت سی دنیاوی سلطنتوں کے دَور سے گذرنا
پڑا۔ ہشام ابن عبدالملک کے بعد ولید ابن یزید ابن عبدالملک پھر یزید ابن ولید ابن عبدالملک
اس کے بعد ابراہیم ابن ولید ابن عبدالملک اور آخر میں مروانِ حمار جس پر بنی امیہ کی ظالم حکومت
کا خاتمہ ہو گیا۔

جب سلطنت کی داخلی کمزوریاں قہر و غلبہ کو چولیں ہلا چکی ہوں تو قدرتی بات ہے کہ
وہ لوگ جو اس حکومت کے مظالم کا مدتوں نشانہ بنے رہ چکے ہوں اور جنہیں ان کے حقوق سے محروم

کہ کے صرف تشدد کی طاقت سے اُٹھنے کا موقع نہ دیا گیا ہو، وہ قفس کی تیلیوں کو کمزور پا کر پھر پھڑانے کی کوشش کریں گے اور حکومت کے شکنجے کو ایک دم توڑ دینا چاہیں گے، سوائے ایسے بلند افراد کے جو جذبات کی پیروی سے بلند ہوں۔ عام طور پر اس طرح کی انتقامی کوششوں میں مصلحت اندیشی کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹنے کا امکان ہے، مگر وہ انسانی فطرت کا ایک کمزور پہلو ہے جس سے خاص خاص افراد ہی مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔

بنی ہاشم میں عام طور پر سلطنت بنی اُمیہ کے اس آخری دور میں اسی لیے ایک حرکت اور غیر معمولی اضطراب پایا جا رہا تھا۔ اس اضطراب سے بنی عباس نے فائدہ اُٹھایا انہوں نے اس آخری دور اُموّیت میں پوشیدہ طریقے سے ممالک اسلامیہ میں ایک ایسی جماعت بنائی جس نے قسم کھائی تھی کہ ہم سلطنت کو بنی اُمیہ سے لے کر بنی ہاشم تک پہنچائیں گے جن کا وہ واقعی حق ہے۔ حالانکہ حق تو ان میں سے مخصوص ہستیوں ہی میں منحصر تھا جو خدا کی طرف سے نوع انسانی کی رہبری اور سرداری کے حق دار قرار دیے گئے تھے۔ مگر یہ وہی جذبات سے بلند انسان تھے جو موقع کی سیاسی رفتار سے ہنگامی فوائد حاصل کرنا اپنا نصب العین نہ رکھتے تھے سلسلۂ بنی ہاشم میں سے ان حضرات کی خاموشی قائم رہنے کے ساتھ اس ہمدردی کو جو عوام میں خاندان ہاشم کے ساتھ پائی جاتی تھی بنی عباس نے اپنے لیے حصول سلطنت کا ذریعہ قرار دیا۔ حالانکہ انہوں نے سلطنت پانے کے ساتھ بنی ہاشم کے اصلی حق داروں سے ویسا ہی یا اس سے زیادہ سخت سلوک کیا جو بنی اُمیہ ان کے ساتھ کر چکے تھے۔ یہ اوقات مختلف اماموں کے حالات میں آئندہ آپ کے سامنے آئیں گے۔

بنی عباس میں سے سب سے پہلے محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس نے بنی اُمیہ کے خلاف تحریک شروع کی اور ایران میں مبلغین بھیجے جو مخفی طریقہ پر لوگوں سے بنی ہاشم کی وفاداری کا

عہد و پیمان حاصل کریں۔ محمد ابن علی کے بعد ان کے بیٹے ابراہیم قائم مقام ہوئے۔ جناب زید اور ان کے
صاحبزادے جناب یحییٰ کے دردناک واقعات شہادت سے بنی امیہ کے خلاف غم و غصہ میں اضافہ
ہو گیا۔ اس سے بھی بنی عباس نے فائدہ اٹھایا۔ اور ابو سلمہ خلال کے ذریعہ سے عراق میں بھی اپنے
اثرات قائم کرنے کا موقع ملا۔ رفتہ رفتہ اس جماعت کے حلقہ اثر میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور ابو مسلم خراسانی
کی مدد سے عراق عجم کا پورا علاقہ قبضہ میں آگیا اور بنی امیہ کی طرف کے حاکم کو وہاں سے فرار اختیار
کرنا پڑا۔ ۱۲۹ھ سے عراق عجم اور خراسان وغیرہ میں سلاطین بنی امیہ کے نام خطبہ سے خارج
ہو کر ابراہیم ابن محمد کا نام داخل کر دیا گیا۔

ابھی تک سلطنت بنی امیہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ ایک مقامی مخالفت حکومت سے ہے
جو ایران میں محدود ہے مگر اب جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اس کا تعلق ابراہیم ابن محمد عباس
کے ساتھ ہے جو مقام جابلقا میں رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ابراہیم کو قید کر دیا گیا اور قید خانہ
ہی میں پھر ان کو قتل کر دیا گیا۔ ان کے پس ماندگان دوسرے افراد بنی عباس کے ساتھ بھاگ کر
عراق میں ابو سلمہ کے پاس چلے گئے۔ ابو مسلم خراسانی کو جو ان حالات کی اطلاع ہوتی تو ایک فوج
کو عراق کی طرف روانہ کیا جس نے اموی طاقت کو شکست دے کر عراق کو آزاد کرا لیا۔

ابو سلمہ خلال جو وزیر آل محمد کے نام سے مشہور ہیں بنی فاطمہ کے ساتھ عقیدت رکھتے
تھے۔ انہوں نے چند خطوط اولاد رسول میں سے چند بزرگوں کے نام لکھے اور ان کو قبول خلافت
کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک خط حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام بھی تھا۔ سیاست
کی دنیا میں ایسے مواقع اپنے اقتدار کے قائم کرنے کے لیے غنیمت سمجھے جاتے ہیں۔ مگر وہ انسانی
خودداری و استغنا کا مثالی مجسمہ تھا جس نے اپنے فرائض منصبی کے لحاظ سے اس موقع کو ٹھکرا دیا
اور بجائے جواب دینے کے حقارت آمیز طریقہ پر اس خط کو آگ کی نذر کر دیا۔

ادھر کوفہ میں ابو مسلم خراسانی کے تابعین اور بنی عباس کے ہوا خواہوں نے عبداللہ سفاح
کے ہاتھ پر ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۲ھ کو بیعت کرلی اور اس کو امت اسلامیہ کا خلیفہ اور فرماں روا تسلیم
کرلیا۔ عراق میں اقتدار قائم کرنے کے بعد انہوں نے دمشق پر چڑھائی کردی۔ مروان حمار نے بھی بڑے
لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مگر بہت جلد اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ مروان نے فرار کیا اور آخر افریقہ
کی سرزمین پر پہنچ کر قتل ہوا۔ اس کے بعد سفاح نے بنی امیہ کا قتل عام کرایا۔ سلاطین بنی امیہ
کی قبریں کھدوائیں اور ان کی لاشوں کے ساتھ عبرتناک طریقے اختیار کئے گئے اس طرح
قدرت کا انتقام جو ان ظالموں سے لیا جانا ضروری تھا بنی عباس کے ہاتھوں دنیا کی نگاہ کے سامنے
آیا۔ ۱۳۶ھ میں ابو عبداللہ سفاح بنی عباس کے پہلے خلیفہ کا انتقال ہو گیا جس کے بعد اس کا
بھائی ابو جعفر منصور تخت خلافت پر بیٹھا جو منصور دوانیقی کے نام سے مشہور ہے۔

سادات پر مظالم

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بنی عباس نے ان ہمدردیوں سے جو عوام کو
بنی فاطمہ کے ساتھ تھیں ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اور انہوں نے دنیا کو
یہ دھوکا دیا تھا کہ ہم اہل بیت رسولؐ کے حقوق کی حفاظت کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں
نے شروع میں آل محمدؐ ہی کے نام پر لوگوں کو اپنی نصرت حمایت پر آمادہ کیا تھا اور اسی کو اپنا نعرہ
جنگ قرار دیا تھا۔ اس لیے انہیں برسر اقتدار آنے کے بعد اور بنی امیہ کو تباہ کرنے کے بعد سب سے
بڑا اندیشہ یہ تھا کہ کہیں ہمارا یہ فریب دنیا پر کھل نہ جائے اور یہ تحریک نہ پیدا ہو جائے کہ خلافت
بنی عباس کے بجائے بنی فاطمہ کے سپرد ہونا چاہیے۔ جو حقیقت میں ان کا حق ہے۔ ابو سلمہ خلال
بنی فاطمہ کے ہمدردوں میں سے تھا۔ اس لیے یہ خطرہ تھا کہ وہ اس تحریک کی حمایت نہ کرے۔
اس لیے سب سے پہلے ابو سلمہ کو راستے سے ہٹایا گیا اور وہ باوجود ان احسانات کے جو بنی عباس
کے ساتھ کر چکا تھا سفاح ہی کے زمانہ میں تشدد کا نشانہ بنا اور تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

ایران میں ابو مسلم خراسانی کا اثر تھا۔ منصور نے انتہائی مکاری اور غداری کے ساتھ اس کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا۔

اب اُسے اپنی من مانی کارروائیوں میں کسی با اثر اور صاحب اقتدار شخصیت کی مزاحمت کا اندیشہ نہ تھا اب اس کے ظلم و ستم کا رُخ سادات بنی فاطمہ کی طرف مڑا۔ مولانا شبلی سیرت نعمان میں لکھتے ہیں۔ "صرف بدگمانی پر منصور نے سادات علویین کی بیخ کنی شروع کر دی جو لوگ ان میں ممتاز تھے ان کے ساتھ زیادہ بے رحمیاں کی گئیں۔ محمد بن ابراہیم کہ حسن و جمال میں یگانہ روزگار تھے اور اسی وجہ سے دیباج کہلاتے تھے زندہ دیواروں میں چنوا دیے گئے ان بے رحمیوں کی ایک داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بڑا سخت دل چاہیے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دل پر ان حالات کا بہت اثر ہوتا تھا۔ چنانچہ جب سادات بنی حسن طوق و زنجیر میں قید کر کے مدینہ سے لے جائے جا رہے تھے تو حضرت ایک مکان کی آڑ میں کھڑے ہوئے ان کی حالت دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ "افسوس مکہ و مدینہ بھی دار الامن نہ رہا۔" پھر آپ نے اولادِ انصار کی حالت پر افسوس کیا کہ انصار نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اِس عہد و پیمان پر مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی کہ ہم آپ کی اور آپ کی اولاد کی اسی طرح حفاظت و حمایت کریں گے جس طرح اپنے اہل و عیال اور جان و مال کی حفاظت کرتے ہیں مگر آج انصار کی اولاد باقی ہے اور کوئی ان سادات کی مدد نہیں کرتا۔ یہ فرما کر آپ بیت الشرف کی طرف واپس ہوئے اور بیس دن تک شدت سے بیمار رہے۔

ان قیدیوں میں امام حسنؑ علیہ السلام کے صاحبزادے عبد اللہ محض بھی تھے جنہوں نے کبر سنی کے عالم میں عرصہ تک قید کی مصیبتیں اٹھائیں۔ ان کے بیٹے محمد نفس زکیہ نے حکومت کا مقابلہ کیا اور ۱۴۵ھ میں دشمن کے ہاتھ سے مدینہ منورہ کے قریب شہید ہوئے۔

جوان بیٹے کا سر بوڑھے باپ کے پاس قید خانہ میں بھیجا گیا اور یہ صدمہ ایسا تھا کہ جس سے عبداللہ محض پھر زندہ نہ رہ سکے اور ان کی روح نے جسم سے مفارقت کی۔ اس کے بعد عبداللہ کے دوسرے صاحبزادے ابراہیم بھی منصور کی فوج کے مقابلے میں جنگ کر کے کوفہ میں شہید ہوئے۔ اسی طرح عباس ابن حسن۔ عمر ابن حسن مثنیٰ۔ علی و عبداللہ فرزندانِ نفس زکیہ۔ موسیٰ اور یحییٰ برادرانِ نفس زکیہ وغیرہ بھی بے دردی اور بے رحمی سے قتل کیے گئے۔ بہت سے سادات عمارتوں میں زندہ چنوا دیے گئے۔

امام کے ساتھ بدسلوکیاں

ان تمام ناگوار حالات کے باوجود جن کا تذکرہ انتہائی اختصار کے ساتھ اوپر لکھا گیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام خاموشی کے ساتھ علوم اہل بیتؑ کی اشاعت میں مصروف رہے اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لوگ بھی جو بحیثیت امامت حقہ آپ کی معرفت نہ رکھتے تھے یا اسے تسلیم کرنا نہیں چاہتے تھے وہ بھی آپ کی علمی عظمت کو مانتے ہوئے آپ کے حلقۂ درس میں داخل ہونے کو فخر سمجھتے تھے۔

منصور نے پہلے حضرت کی علمی عظمت کا اثر عوام کے دل سے کم کرنے کے لیے ایک تدبیر یہ کی کہ آپ کے مقابلے میں ایسے اشخاص کو بحیثیت فقیہ اور عالم کے کھڑا کر دیا جو آپ کے شاگردوں کے سامنے بھی زبان کھولنے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور پھر وہ خود اس کا اقرار رکھتے تھے کہ ہمیں جو کچھ آیا وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ سے حاصل ہوا۔ مگر اقتدار حکومت ان کے فتوے کو مستند قرار دیتا تھا۔ اور اس طرح حضرت صادق آل محمدؐ کی مرجعیت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جب اس میں ناکامی ہوئی تو حضرت کی ایذا رسانی اور قتل یا گرفتاری کی تدبیریں کی جانے لگیں۔ اس کے لیے ہر ہر شہر اور ہر ہر قصبہ میں جاسوس مقرر کیے گئے۔ جو شیعوں کے حالات پر نظر رکھیں اور جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی محبت کا

غلاموں اور کنیزوں پر بھی مہربانی رہتی تھی جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی۔ اس کا ایک حیرت انگیز نمونہ یہ ہے کہ جسے سفیان ثوری نے بیان کیا ہے کہ "میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہے۔" میں نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا "میں نے منع کیا تھا کہ کوئی مکان کے کوٹھے پر نہ چڑھے۔ اس وقت جو گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو ایک بچے کی پرورش پر معین تھی اُسے گود میں لئے زینہ سے اوپر جا رہی ہے۔ مجھے دیکھا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ بدحواسی میں بچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہوا۔ مجھے بچے کے مرنے کا اتنا صدمہ نہیں ہوا جتنا اس کا رنج ہے کہ اس کنیز پر اتنا رعب ہراس کیوں طاری ہوا۔ پھر حضرت نے اُس کنیز کو پکار کر فرمایا "ڈرو نہیں میں نے تم کو راہ خدا میں آزاد کر دیا" اس کے بعد حضرت بچے کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔

اشاعت علوم تمام عالم اسلامی میں آپ کی علمی جلالت کا شہرہ تھا دُور دُور سے لوگ تحصیل علم کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ان میں فقہ کے علماء بھی تھے تفسیر کے بھی۔ متکلمین بھی تھے اور مناظرین بھی۔ آپ کے دربار میں مخالفین مذہب آ کر سوالات پیش کرتے تھے اور آپ کے اصحاب سے اور ان سے مناظرے ہوتے رہتے تھے جن پر کبھی کبھی مناظرے کے ختم ہونے پر اور فریق مخالف کے شکست کھا کر چلے جانے کے بعد آپ نقد و تبصرہ بھی فرماتے تھے اور اصحاب کو ان کی بحث کے کمزور پہلو بتلا بھی دیتے تھے تا کہ آئندہ وہ ان باتوں کا خیال رکھیں۔ کبھی آپ خود بھی مخالفین مذہب اور بالخصوص دہریوں سے مناظرہ فرماتے تھے۔ علاوہ علوم فقہ و کلام وغیرہ کے علوم غریبہ

جیسے ریاضی اور کیمیا وغیرہ کی بھی بعض شاگردوں کو تعلیم دی تھی۔ چنانچہ آپ کے اصحاب میں سے جابر ابن حیان فرسوسی سائنس اور ریاضی کے مشہور امام فن ہیں جنہوں نے چار سو رسالے امام جعفر صادق علیہ السلام کے افادات کو حاصل کر کے تصنیف کیے۔ آپ کے اصحاب میں سے بہت سے بڑے فقہاء تھے جنہوں نے کتابیں تصنیف کیں جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔

وفات

ایسی معروف زندگی رکھنے والے انسان کو جاہ و سلطنت کے حاصل کرنے کی فکروں سے کیا مطلب؟ مگر آپ کی علمی مرجعیت اور کمالات کی شہرت ہی سلطنت وقت کے لیے ایک مستقل خطرہ محسوس ہوتی تھی جبکہ یہ معلوم تھا کہ اصلی خلافت کے حق دار یہ ہی ہیں۔ جب حکومت کی تمام کوششوں کے باوجود کوئی بہانہ آپ کے خلاف کسی کھلے ہوئے اقدام اور خون ریزی کا نہ مل سکا تو آخر خاموش حربہ زہر کا اختیار کیا گیا اور زہر آلود انگور حاکم مدینہ کے ذریعے سے آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے جن کے کھاتے ہی زہر کا اثر جسم میں سرایت کر گیا اور ۱۵ شوال ۱۴۸ھ میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے فرزند اکبر اور جانشین حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے تجہیز و تکفین کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں اس احاطے میں کہ جہاں اس کے پہلے امام حسن علیہ السلام امام زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام دفن ہو چکے تھے آپ کو بھی دفن کیا گیا۔

سید آفاق حسین رضوی،
آنریری سکریٹری
اِمامیہ مشن
لکھنؤ

رسالہ نمبر ۱۰۴ امامیہ مشن، لکھنؤ	مطبوعہ یوسفی پریس لکھنؤ